صلی اللہ علیہ وسلم
بابِ حرم

مُظفّر وارثی

بابِ حرم

آئینۂ ادب، چوک مینار، انار کلی۔ لاہور

اُس روشنی کے نام

جو فاراں کی چوٹیوں سے طلُوع ہُوئی
اور ساری کائنات میں پھیل گئی!

ش

دروازہ کھولتے ہیں فرشتے قبول کا
اک سلسلہ ہے رحمتِ حق کے نزول کا
دونوں جہان گوش بر آواز ہو گئے
مَیں نام لے رہا ہُوں خُدا کا رسُولؐ کا

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

اکابرِ عالم کی شخصیات ہر اس فرد کے لیے اہم رہی ہیں جو خود کو امروز کی اکائی میں رفتہ و آئندہ کے حوالے سے متعین کرنا چاہتا ہے۔ جو اپنی ذات، اپنے ذہن اور گرد و پیش کی دُنیا کے مابین ایک رشتۂ معنی تلاش کرنا اور اسے دوسرے افراد کے لیے برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ اکابرِ عالم اور مشاہیرِ تاریخ سوچنے والے ذہنوں اور دُکھ درد محسوس کرنے والے دلوں کے لیے ہمیشہ فیضان رساں رہے ہیں زندگی بسر کرنے اور اس عرصہ گاہِ آب و گل کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جتنے طریقے وضع کیے گئے ہیں ان میں خیر کی سربلندی کو تسلیم کرنے والوں کی اکثریت رہی ہے، نیکی اور خیر کا تصور اس قدر مقناطیسیت کا حامل ہے کہ جب اسے انسانوں کی تربیت و تہذیب کا داعیہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اس کو عملی طور پر برت کر دکھایا جاتا ہے تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں۔

ہر لکھنے والا اپنے ذہنی رجحان اور ذاتی و اجتماعی پس منظر کی روشنی میں اپنے لیے اکابرِ عالم میں سے انتخاب کرتا ہے اور اپنی ذات اور اپنے عہد کے لیے اس سے کسبِ نُور کرتا ہے۔ مظفر وارثی نے جو دلِ حساس اور روحِ بیدار کے شاعر کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں، اپنے احساس کو اکابرِ اسلام کی محبت اور ان کے زندگی آموز کارناموں سے تقویت دینے کی کوشش کی ہے۔

ظاہر ہے کہ ان میں سب سے بڑا مرتبہ ختمی مرتبت حضرت مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپؐ کی تعلیمات، اسوۂ حسنہ اور عملی زندگی ایک انقلاب کی نقیب بنی جس نے زیردستوں کی آقائی کو مقسومِ انسانی بنا دیا۔ جن افراد کو آپؐ سے دین یا عقیدے کی بنیاد پر کوئی تعلق نہیں وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ آپؐ نے عظمتِ البشر کی ایسی راہیں سُجھائی ہیں جو اِس سے پہلے چشمِ زمانہ سے اوجھل تھیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کا منظوم اظہار آپ کی زندگی ہی میں ہونے لگا تھا۔ نعت گوئی ایسی تمام زبانوں کا ایک لازمی حصہ بن گئی جن کی ترویج واشاعت میں مسلمان بھی شریک رہے ہیں۔ نعت کا ایک بہت بڑا سرمایہ موجود ہے لیکن اس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بہت دشوار صنفِ سخن ہے۔ دشوار اِن معنوں میں کہ اس کی طویل روایت کے تسلسل میں کوئی انفرادی کارنامہ پیش کرنا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ اسی لیے رسمی، تقلیدی اور روایتی مضامین کی بہتات ہے انفرادیت بہت کم ظاہر ہوئی ہے۔

نعت گوئی کی جس روایت نے اُردو میں ایک ادبی مزاج کا اضافہ کیا۔ اس کے چند اہم نام مولانا حالی، محسن کاکوروی اور علامہ اقبال ہیں۔ نعت گوئی اگر صرف عقیدے کی ترجمانی تک محدود ہو جائے تو اس میں تازہ کاری کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ اِس حقیقت کو دَورِ حاضر کے ایسے شعرا نے مکمل طور پر محسوس کیا جو نعت گوئی سے بھی اتنا ہی علاقہ رکھتے ہیں جتنا اپنی عام شاعری سے۔

جدید دَور میں مظفرؔ وارثی نے نعت گوئی میں بعض نئے اسالیب کا اضافہ کیا ہے۔ انھوں نے جدید زندگی کی مجموعی کیفیت سے اپنے اسالیب اور پیرایۂ اظہار میں ندرت پیدا کی ہے۔ مظفرؔ وارثی ایک معروف نعت گو شاعر کی حیثیت سے بھی محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ اُن کی نعتوں کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ مظفرؔ وارثی ایک صاحبِ دل، حساس اور دردمند شاعر ہیں۔ وہ بڑی پیاری شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے مزاج میں نرمی، ٹھہراؤ اور گھلاوٹ ہے۔ مظفرؔ وارثی ان چند خوش نصیب شاعروں میں سے ہیں جو اپنی شخصیت کے ان لطیف پہلوؤں کو اپنی شاعری میں سمو دینے کی کماحقہٗ قدرت رکھتے ہیں۔

"برف کی ناؤ" مظفرؔ وارثی کا مجموعۂ کلام اس سے قبل شائع ہو کر ادبی حلقوں میں بار پا چکا ہے۔ "برف کی ناؤ" کے سلسلے میں متعدد رمز و کنایہ کے پہلوؤں پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ لیکن سب سے اچھا کنایہ گلیشیر ہے کیونکہ اس سے مظفرؔ وارثی کی شخصیت کا وہ پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے جس کو سمجھے بغیر ان کی شاعری تک پہنچنا ممکن نہیں۔ گلیشیر یا برف کا بڑا تودہ سمندر

میں تیرتا ہے تو اس کی کیفیت ایک برف کی ناؤ ہی سے مماثل ہو سکتی ہے۔ لیکن اس تودے کا صرف ایک تہائی حصّہ باہر اور دو تہائی حصّہ سمندر کے اندر ہوتا ہے۔ بعض ناقدین نے انسان کی شخصیت یا شاعر کے ظاہر و باطن کو اسی استعارے سے سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ اظہار اس گلیشیئر کا محض ایک تہائی حصّہ ہے لیکن شاعر کا باطن اپنے اندر معلوم کتنی ایسی کیفیات چھپائے ہوئے ہے جن کے لیے بس یہی کہا جا سکتا ہے ع

اے وائے اگر معرضِ اظہار میں آوے

مظفر وارثی کی داخلی اور خارجی شخصیت کے لیے "برف کی ناؤ" سے بہتر کوئی استعارہ نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے فطری بہاؤ شاعری میں منتقل کرنے پر اسی طرح توجہ دیتے ہیں جس طرح "برف کی ناؤ" سمندر کے تھپیڑوں میں اپنی راہ بناتی ہوئی آگے بڑھتی رہتی ہے۔

"برف کی ناؤ" کی ندرت، جدّت اور دردمندی کو مظفر وارثی نے نعت میں بھی سمو دیا ہے، ان کی نعت گوئی کو ان کے مجموعی شعری رویّے سے الگ کر کے دیکھنا ممکن نہیں۔ میں مظفر وارثی کی اس خوبی کی بنا پر ان کی نعت گوئی کو اہم اور قابلِ ذکر سمجھتا ہوں کہ انھوں نے موضوع کی تبدیلی سے شاعری کے اسلوب میں تبدیلی نہیں کی۔ ان کی عام غزلوں اور نظموں میں تازہ کاری اور تازہ خیالی کی جو کیفیت ملتی ہے وہ نعتوں میں بھی نظر آتی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں ؎

تُو ہے احرامِ انوار باندھے ہُوئے
مَیں درودوں کی دستار باندھے ہُوئے

تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ انھوں نے دل کی گہرائیوں سے اپنے موضوع کی اہمیت کو قبول کیا ہے اور اس کے اظہار میں نئی تشبیہات اور نئے استعاروں کے استعمال پر توجہ دیتے ہیں۔

نعت گوئی ایک مشکل فن ہے اور اس میں لطافت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اس میں لفظ اور جذبے کی خوشگوار ہم آہنگی نہ پیدا ہو جائے۔ مظفر وارثی کی نعتوں میں لطافت کا عنصر ان کی اسی خوبی کا مرہونِ منّت ہے۔ مظفر وارثی کی نعتوں میں والہانہ پن اور شیفتگی کا

جو انداز ملتا ہے وہ بہت کمیاب ہے۔ انھوں نے عقیدے اور ادبیت کو یکجا کر کے ایسی نعتیں لکھی ہیں جن کو اردو نعت گوئی کی تاریخ میں یقیناً نمایاں حیثیت حاصل ہو گی۔

نعت کی طرح منقبت اور بزرگان دین کی مدح بھی مظفرؔ وارثی کے شعری سرمائے کا حصہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان موضوعات اور شخصیات سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ دل اور اہلِ نظر کے لیے یہ مجموعہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہو گا۔

(پروفیسر) سحر انصاری
شعبۂ اردو، جامعہ کراچی

لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ

یہ زمیں یہ فلک

اِن سے آگے تلک

جتنی دُنیائیں ہیں

سب میں تیری جھلک، سب سے لیکن جُدا

اے خُدا اے خُدا

ہر سحر پھوٹتی ہے نئے رنگ سے

سبزہ و گُل کھلیں سینۂ سنگ سے

گونجتا ہے جہاں تیرے آہنگ سے

جس نے کی جستجو
مِل گیا اُس کو تو سب کا تُو رہ نُما
اے خُدا اے خُدا

ہر ستارے میں آباد ہے اک جہاں
چاند سُورج، تری روشنی کے نشاں
پتّھروں کو بھی تُو نے عطا کی زباں
جانور، آدمی
کر رہے ہیں سبھی تیری حمد و ثنا
اے خُدا اے خُدا

نُور ہی نُور بکھرا ہے کالک نہیں
دوسرا کوئی حدِّ گماں تک نہیں
تیری وحدانیت میں کوئی شک نہیں
لاکھ ہوں صُورتیں
ایک ہی رنگ میں تُو ہے جلوہ نُما
اے خُدا اے خُدا

سونپ کر منصبِ آدمیّت مجھے
تُو نے بخشی ہے اپنی خلافت مجھے
شوقِ سجدہ بھی کر اب عنایت مجھے
خَم رہے میرا سر
تیری دہلیز پر ہے یہی التجا
اے خُدا اے خُدا

تعارف

آج کی اقدار ہُوں ماضی کی عظمت بھی تو ہُوں
مَیں غزل گو، شاعرِ بزمِ رسالت بھی تو ہوں

نقطہ کہلاؤں گا، کٹ جاؤں لکیروں سے اگر
جدّتوں سے ہی نہیں ناطہ، روایت بھی تو ہوں

مَیں کہیں بھٹکوں پہنچنا اُن کے دروازے پہ ہے
خواہشِ دُنیا سہی، جویائے رحمت بھی تو ہُوں

ذہن سے لب تک درودوں کا اگر ہے سلسلہ
سر سے لے کر پاؤں تک شوقِ زیارت بھی تو ہُوں

○

کوئی منزل ہے نہ رستہ میرا
وقت، دیکھے نہ تماشا میرا

پیاس بڑھتی ہی چلی جاتی ہے
سُوکھتا جاتا ہے دریا میرا

عکسِ اَسلاف سے شکوہ ہے مجھے
آئنہ ہو گیا دُھندلا میرا

مسجدِ رُوح میں ہوتی ہے اذاں
رُخ نہیں جانبِ کعبہ، میرا

رحم، اَفلاس پہ میرے، یارب
"یا محمدؐ" ہو وظیفہ میرا

بعد از خدا بزرگ توئی

"حق موجود محمدؐ صورت"[1]

بندہ و مولا، اوّل و آخر

آپ ہی منزل، آپ مسافر

شیشۂ کثرت، چہرۂ وحدت

"حق موجود محمدؐ صورت"

روشنیوں سا، پیکر خاکی

لاکھوں ہی صبحیں اوٹ قبا کی

عرشِ معلےٰ اُس کا مصلےٰ

ہاتھ میں ڈوری ارض و سما کی

عالمِ بالا، دیکھنے والا

خیلِ ملائیک، سیدِ امّت

"حق موجود محمدؐ صورت"

---

[1] یہ ٹکڑا خواجہ فریدؒ کی کافی سے لیا گیا ہے۔

غارِ حرا سے پھوٹی ہُوئی ضَو

حُسنِ اَحد کی وُہ ابدی لَو

اُس کی پناہیں خُلد کی راہیں

مشرق و مغرب اس کا ہی پَرتو

اُس کی گواہی، مُہرِ الٰہی

دینِ مکمّل، ختمِ نبوّت

"حق موجود محمدؐ صُورت"

موجِ تبسّم، نُور کی دھاری

لرزشِ داماں، بادِ بہاری

چاپ قدم کی شمع حرم کی

جنبشِ ابرُو، رحمتِ باری

ہلتے ہُوئے لب، فیصلۂ رب

سائنس بھی اُس کا حکمِ شریعت

"حق موجود محمدؐ صُورت"

صاحبِ عالم، صدرِ زمانہ

ہاتھ ہیں خالی، بانٹے خزانہ

سینوں کے اندر، اس کا سمندر

رُوحوں کے حجرے، اس کا ٹھکانہ

اُس کا صحیفہ، میرا وظیفہ

اُس کی محبت، میری عبادت

"حق موجود محمدؐ صُورت"

قطعات

ایک دَر پر اگر سمٹ جاتے
اِتنے فرقوں میں ہم نہ بَٹ جاتے
آگے بڑھنے کی آرزو تھی اگر
چودہ سو سال پیچھے ہَٹ جاتے

رکھ لیا آنکھ میں مدینے کو
اور بُتوں سے سجائیں سینے کو
غرق ساحل پہ کر دیا ہم نے
اپنی تہذیب کے سفینے کو

پیار کی رَو پہ جھول کر دیکھیں
اختلافات بُھول کر دیکھیں
ہم نے تقلیدِ جہل تو کر لی
اِتّباعِ رسُولؐ، کر دیکھیں

خُدا کا سفیر

حرفِ دُعا ہُوں صَوتِ پذیرائی دے مجھے
دیکھوں نظر کی اوٹ وہ بینائی دے مجھے
یادِ رسُولؐ، پیار کی سچائی دے مجھے
مدحِ نبیؐ، قرینۂ گویائی دے مجھے

کاغذ کی ناؤ ڈال رہا ہُوں بہاؤ پر
تنکا بھی پاؤں رکھنے چلا ہے الاؤ پر

مَیں اور وصفِ شاہِ پیمبر رقم کروں
با دل قلم بنیں تو سمندر رقم کروں
کیا کیا مَیں لوحِ ارض و سما پر رقم کروں
دُنیائیں اور ہوں تو وُہ پیکر رقم کروں

تا حشر اگر حیات مری مسترد نہ ہو

اُس کی قسم ہے اُس کے قصیدے کی حد نہ ہو

رُخ ہے کہ آئِنے میں مصوّر سجا ہُوا

آواز، جیسے نغمۂ فطرت چھِڑا ہُوا

آغوش، جس طرح درِ کعبہ کھُلا ہُوا

ماتھے کی ہر لکیر پہ قرآں لکھا ہُوا

کانپے جلالِ عرش، مزاجِ حلیم سے

جنّت کو راہ جائے قدِ مُستقیم سے

شفقت، جو اپنوں پہ وہی اغیار کے لیے

جرأت، ندائے زلزلہ کہسار کے لیے

محنت، سندِ غریب و جفاکار کے لیے

عظمت، مثال ہی نہیں اظہار کے لیے

پرواز ہے بہت مری فکرِ حقیر کی

پہنچے نہ گرد کو بھی خدا کے سفیر کی

نظمِ جہاں ، بیانِ مسلسل ، گواہ کا
وقتِ رواں ، غبار ، محمدؐ کی راہ کا
مہتاب ، ایک پھول قبائے سیاہ کا
خورشید ، اِک اُڑا ہُوا ریزہ نگاہ کا

چلتی ہُوئی ہوائیں پیادے رسُول کے
احکام حق میں دیکھوں ارادے رسُول کے

جینا ہے درمیانِ گمان و یقیں مجھے
ناپائیداریوں پہ بھروسہ نہیں مجھے
پیوند کی طرح نہ لگالے زمیں مجھے
زخمِ فراق چاٹ نہ جائے کہیں مجھے

جی کھول کے مَیں روؤں گا گنبد کے سامنے
لے چل درود مجھ کو محمدؐ کے سامنے

بارگاہِ ایزدی میں

زمیں کے لوگ ہوں یا اہلِ عالمِ بالا
ہر اک زباں پہ ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ
ترے قلم کی گواہی، مرقّعِ عالم
فضائیں آئینہ ہیں، دل ہو دیکھنے والا
دیے حسین خد و خال تُو نے مٹّی کو
ترے جمال کے سانچوں نے آدمی ڈھالا
تھمائی مہر کو لیل و نہار کی ڈوری
صبا کو سونپ دی آرائشِ گُل و لالہ

نظمِ جہاں ، بیانِ مسلسل ، گواہ کا
وقتِ رواں ، غبار ، محمدؐ کی راہ کا
مہتاب ، ، ایک پھول قبائے سیاہ کا
خورشید ، اِک اُڑا ہُوا ریزہ نگاہ کا

چلتی ہُوئی ہَوائیں پیادے رسُول کے
احکامِ حق میں دیکھوں ارادے رسُول کے

جینا ہے درمیانِ گمان و یقیں مجھے
ناپائیداریوں پہ بھروسہ نہیں مجھے
پیوند کی طرح نہ لگالے زمیں مجھے
زخمِ فراق چاٹ نہ جائے کہیں مجھے

جی کھول کے مَیں روؤں گا گنبد کے سامنے
لے چل درود مجھ کو محمدؐ کے سامنے

بارگاہِ ایزدی میں

زمیں کے لوگ ہوں یا اہلِ عالمِ بالا
ہراک زباں پہ ہے سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ

ترے قلم کی گواہی ، مرقعِ عالم
فضائیں آئینہ ہیں ، دل ہو دیکھنے والا

دیے حسین خد و خال تُو نے مٹّی کو
ترے جمال کے سانچوں نے آدمی ڈھالا

تھمائی مہر کو لیل و نہار کی ڈوری
صبا کو سونپ دی آرائشِ گُل و لالہ

زمینِ تیرہ کے مُنہ سے لگا دیا تُو نے
مہ و نجوم بھرا آسمان کا پیالا
پڑھے قصیدۂ وحدت، ہجومِ کون و مکاں
تُو سب کا رب ہے کسی نے تجھے نہیں پالا
مُجھے ہی تُو نے دیا اختیارِ لغزش بھی
مُجھی پہ اپنی خلافت کا بوجھ بھی ڈالا
اُتار کر مرے سینے میں آگہی کے چاند
بصیرتوں کا مرے گرد کھینچ دے ہالہ
ہر ایک سانس کو میری بنا چراغِ حرم
نہ ہو ذرا بھی، مرا نامۂ عمل کالا

صِلہ

سخن کی داد خدا سے وصول کرتی ہے
زبان آج ثنائے رسولؐ کرتی ہے
کہی ہے نعتِ نبیؐ رُوح کی نمو کے لیے
لہُو میں ڈوب گیا ہے قلم وضو کے لیے
ہر ایک سانس محمدؐ کے نام پر نکلا
خیال، ذہن سے احرام باندھ کر نکلا
حضور یوں مری آنکھوں کے سامنے آئے
کوئی چراغ کی لَو جیسے تھامنے آئے

جبیں لیے، جو قدم کے نشان تک پہنچا
قدِ حقیر مرا آسمان تک پہنچا
نبی کا گوشۂ دامن جو ہات میں آیا
سمٹ کے سارا جہاں میری ذات میں آیا
وہ عکسِ قرب مری روح میں اُترنے لگے
کہ میری خاک پہ آئینے رشک کرنے لگے
نظر نے آپ کے جلووں کا جب طواف کیا
خُدا نے مجھ سے گنہگار کو معاف کیا

مصوّرِ شام و سحر

شب کو مہتاب نکالا ہے
دن میں خورشید اُچھالا ہے
جس کا ہر سمت اُجالا ہے

بندو! اللہ تعالیٰ ہے

دُنیائے رنگیں کی دُلہن
جاتے لمحوں کی ڈولی میں
شبنم کی ابرق پھولوں پر
موتی، دریا کی جھولی میں
یہ کس کی مینا کاری ہے
کون ایسی خوبیوں والا ہے

بندو! اللہ تعالیٰ ہے

مہکار جُدا آواز جُدا
دُھن اپنی اپنی ساز جُدا
چہرے سے نہیں ملتا چہرہ
ہر پیکر کے انداز جُدا

شہکار بنائے یہ جس نے
ہاں وہ فنکار نرالا ہے
بندو! اللہ تعالیٰ ہے

قبضہ ہے جس کی چٹکی کا
شہ رگ پر ہم انسانوں کی
وُہ، جس کے آگے جھک جائے
پیشانی نافرمانوں کی

ہر منظر جس کا پرتو ہے
ہر اک تحریر حوالہ ہے
بندو! اللہ تعالیٰ ہے

"میں، جویائے مصطفیٰؐ"

سیاحِ عرش، نقشِ کفِ پائے مصطفیٰؐ
کون و مکاں سفینۂ دریائے مصطفیٰؐ

اِک بوریا نشین نے بانٹی حکومتیں
سیراب کر گیا ہمیں صحرائے مصطفیٰؐ

پلتے ہیں آفتاب، محمدؐ کے سائے میں
ہوتا ہے ذی شعور کو سودائے مصطفیٰؐ

جلتے رہیں گے میرے لہُو کے چراغ بھی
مَیں بھی ہُوں اک شہید تمنّائے مصطفیٰؐ

رنگینیوں کا زندگی لالچ نہ دے مجھے
تجھ کو مری تلاش، میں جویائے مصطفےٰ

اُن کا کرم نہ ہو تو میں اِک پل نہ جی سکوں
چلتی ہے میری سانس بہ ایمائے مصطفےٰ

مرّیخ و ماہتاب ہیں دُنیا کی منزلیں
میرا عروج، گنبدِ خضرائے مصطفےٰ

ولادتِ رسولؐ

آج ہے اُس نبی کی ولادت کا دن
سارے نبیوں کی جس کو امامت ملی
ہر گھڑی، اُس گھڑی کا قصیدہ پڑھے
خاک کو جب ستاروں کی عظمت ملی
جھوٹی معبودیت مُنہ کے بَل گر پڑی
صحنِ کعبہ کو سچّی عبادت ملی

دستِ بُوجہل میں بول اُٹھیں کنکریں
بے زبانوں سے حق کی شہادت ملی

پہنچی انسانیت اپنی معراج کو
آدمی کو خُدا کی خلافت ملی

فرش سے عرش تک خیر مقدم ہُوا
جس کو ارض و سما کی قیادت ملی

جس نے آنسُو بہائے ہمارے لیے
جس کو ہم سی گنہگار اُمّت ملی

○

پتھروں کی پجاری تھی صدیوں سے جو
وُہ غبی قوم جویائے رب ہو گئی

کیا تو پیاسی تھی اسلام کے خُون کی

کیا ثنا خوانِ اُمّی لقب ہو گئی

گُمرہی خود بتانے لگی راستہ

وادیٔ نُور ، دُنیائے شب ہوگئی

دشمنِ دیں ، بنے پاسبانِ حرم

دُور ، تفریقِ رنگ ونسب ہوگئی

لالہ وگُل مہکنے لگے آگ میں

رشکِ جنّت زمینِ عرب ہوگئی

بے مہاروں نے تھامی عنانِ جہاں

جاہلیّت ، امیرِ اَدب ہوگئی

پڑ گئی جس پہ وہ آسمانی نظر
اُس کی دُنیائے دل ہی عجیب ہوگئی

○

اُس نظر سے تمھیں بھی ہے وابستگی
تم بھی تقلیدِ شاہِ رسُولاں کرو
رہ گئی ہے دکھاوے کی نسبت تمھیں
کاش اندر سے خود کو مُسلماں کرو
دین و مذہب نمائش نہیں چاہتے
یُوں نہ اپنی عقیدت کو ارزاں کرو

مسخ اپنے کو تم نے بہت کرلیا
آئینوں کو نہ اب اور حیراں کرو۔

جو تمھارے نبیؐ نے دیے ہیں تمھیں
اُن اُصولوں سے آرائشِ جاں کرو

راستے کا اندھیرا ابھی چھٹ جائے گا
دیدہ و دل تو اپنے فروزاں کرو

پھر سجانا، دِیے تم در و بام پر
اپنے سینوں میں پہلے چراغاں کرو

بُو ہر اِک سانس سے آئے ایمان کی
ہر مسلماں ہو تصویر قرآن کی

صَلِّ علیٰ

صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

تخلیق ، دیوانِ سحرؔ

کردار ، معراج نظرؔ

پیغام ، حَیَّ علی الصلّوہ

صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

قُربت ، حصارِ دوجہاں اَخلاق ، سائبان سا

لہجہ ، چٹکتی سی کلی چُپ ، رحل پر قرآن سا

جلووں کی کوئی حد نہیں

پرچھائیں ، احرامِ زمیں

اور چاپ ، دستارِ خلا

صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

خازن، تہی دامانیاں وارث، یتیمی آپ کی
تنہائیوں کے طور پر گویا کلیمی آپ کی

اِقرار پتّھر نے کیا
بطحا کی مٹّی کا دیا

ساری خُدائی میں جلا
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

سُوکھی زباں، ابرِ سخا فاقہ کشی، سلطان گر
رحمت، قبا وحدت، عصا یادِ خُدا، زادِ سفر

اَفلاک سے اُونچا عَلَم
نظروں سے بھی آگے قدم

منزل سے آگے قافلہ
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

گیسو ذرا جو کھُل گئے تاریک موسم دُھل گئے
جس کو زیارت ہوگئی اُس آنکھ میں رس گھُل گئے

جگنو سے مٹّھی میں لیے

خورشید، کملی میں لیے

ہمراہ روز و شب چلا

صَلِّ علیٰ صَلِّ علیٰ

کم ہے مظفّؔر جس قدر بھیجے درُود اُس ذات پر

ہم عاصیوں کی قسمتیں لکھّی ہیں جس کے ہات پر

ہر دم دُعا یہ جس نے کی

یا ربِّ حَب لی اُمّتی

ایسا نبی کس کا بھلا

صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

معراجِ سفر

بُراقِ فکر ہے گردوں نورد آج کی رات
ہَوا اُڑاتی ہے تاروں کی گرد آج کی رات

یہ کون ذہن کے روشن مکان میں اُترا
خیال صورتِ جبریل دھیان میں اُترا

ہے خم ، رسائیٔ اِنساں پہ فاصلوں کی جبیں
بلندیوں پہ کمندیں اُچھالتی ہے زمیں

یہ رات کیوں نہ ہو افضل تمام راتوں میں
لیے ہُوئے ہیں اندھیرے، چراغ ہاتھوں میں

وہ رات ، جس کا زمانہ جواب لا نہ سکے
ملائے آنکھ تو سُورج بھی تاب لا نہ سکے

وُہ رات جس نے حسیں خواب جاگ کر دیکھا
وُہ رات جس نے محمدؐ کو عرش پر دیکھا

گیا تھا عشق ، خلاؤں کی راہ سے آگے
نگاہ جاتی ہے حدِّ نگاہ سے آگے

رُکی رُکی نظر آتی تھی نبض عالَم کی
گزُر رہی تھی سواری رسُولِ اکرمؐ کی

رواں تھے ساتھ فرشتے عبا اُٹھائے ہُوئے
فضائیں ، کتبۂ صلِّ علیٰ اُٹھائے ہُوئے

عروجِ آدمیت آپ پر تمام ہُوا
خُدا خود اپنے ہی جلوؤں سے ہمکلام ہُوا

تجلّیات کے ہالے میں یوں گھرے دونوں
کمانِ وصل کھِنچی ، مل گئے سرے دونوں

بلند ایسے نہ رُتبے کسی نبی کے ہُوئے
زہے نصیب کہ ہم اُمّتی اُسی کے ہُوئے

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

تُو امیرِ حرم
مَیں فقیرِ عجم
تیرے گُن اور یہ لب؟
مَیں طلب ہی طلب، تُو عطا ہی عطا
تُو کُجا من کُجا

تُو ابد آفریں، مَیں ہُوں دو چار پَل
تُو یقیں، مَیں گماں، مَیں سخن، تُو عمل
تُو ہے معصومیت
مَیں نِری معصیت، تُو کرم، مَیں خطا
تُو کُجا من کُجا

تُو ہے احرام انوار باندھے ہُوئے
مَیں درُودُوں کی دستار باندھے ہُوئے
کعبۂ عشق تُو
مَیں ترے چار سُو، تُو اثر، مَیں دُعا
تُو کجا من کجا

تُو حقیقت ہے، مَیں صرف احساس ہُوں
تُو سمندر، مَیں بھٹکی ہُوئی پیاس ہُوں
میرا گھر خاک پر
اور تری رہ گذر سِدرَۃُ المُنتَہٰی
تُو کجا من کجا

میرا ہر سانس تو خوں نچوڑے مرا
تیری رحمت مگر دل نہ توڑے مرا
کاسۂ ذات ہُوں
تیری خیرات ہُوں، تُو سخی مَیں گدا
تُو کجا من کجا

ڈگمگاؤں جو حالات کے سامنے
آئے تیرا تصوّر مجھے تھامنے
میری خوش قسمتی
مَیں ترا اُمّتی، تُو جزا مَیں رضا
تُو کجا من کجا

میرا ملبوس ہے، پردہ پوشی تری
مُجھ کو تابِ سخن دے خموشی تری
تُو جلی، مَیں خفی
تُو اٹل مَیں نفی[1] تُو صِلا مَیں گِلہ
تُو کجا من کُجا

دُوریاں سامنے سے جو ہٹنے لگیں
جالیوں سے نگاہیں لپٹنے لگیں
آنسوؤں کی زباں
ہو مری ترجماں، دل سے نکلے صدا
تُو کجا من کُجا

۱۔ ضرورتِ شعری کی بنا پر جائز سمجھتا ہوں۔

بولتا قرآن

خاک پر نُورِ خُدا جسم میں ڈھل کر اُترا
ایک قرآنِ خد و خال بھی ہم پر اترا

نئے رنگوں سے مرتّب سحر و شام ہُوئے
چشمِ کونَین میں بینائی سا پیکر اُترا

کس قدر عاجز و مسکیں تھی بلندی اُس کی
کرسی عرش لیے غار کے اندر اُترا

اتنی اُونچائیوں پہ نقشِ قدم ہیں کس کے
اتنی گہرائیوں میں کون شناور اُترا

یُوں ہُوئی رُوح کو محسوس محبّت اُس کی
جیسے آغوش میں دریا کے سمندر اُترا

جب کبھی تن کی منڈیروں سے اُڑایا ہے اِسے
طائرِ دل اُسی دیوار کے اُوپر اُترا

رحمتیں آئیں گی سو رنگ چھڑکنے کے لیے
میری توبہ کا جو چہرہ سرِ محشر اُترا

اُس کے قدموں سے تصوّر بھی ہوا دور اگر
یوں لگا، تخت سے جس طرح مظفؔر اُترا

گفتۂ اُو...

ہر بات اِک صحیفہ تھی اُمّی رسُولؐ کی
الفاظ تھے خُدا کے زباں تھی رسُولؐ کی

وحدانیت کے پھُول کِھلے گرم ریت سے
دی سنگِ بے زباں نے گواہی رسُولؐ کی

بہبودی و فلاح کے جگنو نکل پڑے
تاریکیوں میں جب کھُلی مُٹھّی رسُولؐ کی

پرچم تھے نقشِ پا کے، ستاروں کے ہاتھ میں
گذری جو کہکشاں سے سواری رسُولؐ کی

سیڑھی لگائے عرشِ خدا پر نبی کی یاد
چلتی ہے سانس تھام کے انگلی رسولؐ کی

دیکھیں گے میرے سر کی طرف لوگ حشر میں
چمکے گی تاج بن کے غلامی رسولؐ کی

پہلا قدم ازل ہے ابد آخر سفر
پھیلی ہے کائنات پہ ہستی رسولؐ کی

کھلتے ہیں در کچھ اور مظفرؔ شعور کے
کرتا ہوں جب میں بات خدا کی رسولؐ کی

میرا رسُولؐ

کُل عالم، جس کی کُٹیا جس کی پرچھائیں سویرا

وُہ ہے رسُول میرا

دیکھ نہ پائے اتنے پس منظر میں نگاہ صُغریٰ

آدم کی تخلیق ہے جس کے نام کا پہلا طُغرہ

ازل میں جس کی بنیادیں ہیں ابد میں جس کا ڈیرا

وُہ ہے رسُول میرا

جس کی کملی کے سائے میں آنکھ سحر نے کھولی

جس کے لہجے میں ہم تک پہنچی قدرت کی بولی

جس کے چاروں سمت خُدا نے اپنا نُور بکھیرا

وہ ہے رسُول میرا

جس کی سچائی نے باطل کے شہ زور پچھاڑے
جس نے تیز ہواؤں کے سینے پر خیمے گاڑے
جس کے دریا کی لہروں نے کہساروں کو گھیرا
وہ ہے رسُول میرا

آپ چٹائی پر سویا بانٹی خیرات میں شاہی
چُھو کر جس کے پاؤں کو قائد کہلائی گُمراہی
جس کی چوکھٹ پر انساں کی عظمت کرے بسیرا
وُہ ہے رسُول میرا

چاٹا جس کے تلووں کو جبریل کے رخساروں نے
آنکھیں بچھائیں جس کے استقبال کو سیاروں نے
پل دو پل میں لگا کے آیا جو سِدرہ کا پھیرا
وُہ ہے رسُول میرا

لاکھوں سلام اُس پر بھیجوں لاکھوں درود بھیجوں

رُوح کو اکثر اُس کے روضے پر بے وجود بھیجوں

جس کی رحمت کا احسان مظفرؔ پر بہتیرا

وُہ ہے رسُول میرا

ناخدائے مشرق و مغرب

دِل اُسے چاہے زباں اس کی ثنا خوانی کرے
جس کے در پر بیٹھنے والا جہاں بانی کرے
تیرہ بختی کو بنا دے مالکِ صبحِ یقیں
اور بگولوں کے حوالے شمعِ ایمانی کرے
چشمِ قاتل میں کھلا دے پھول جس کی روشنی
جس کا اندازِ فصاحت، سنگ کو پانی کرے
آنے والے ہر زمانے کا اکیلا پیش رو
جس کا استقبال کُل تاریخِ انسانی کرے

گردنِ آفاق میں ہیں تختیاں ہر سانس کی
ترجمہ ہر اِک ادا کا نُطقِ قُرآنی کرے

ناخُدائے مشرق و مغرب کا لے دوں نام اگر
میری کشتی کی حفاظت آپ طغیانی کرے

آج کا حسّانؔ بن ثابت، مظفّرؔ وارثی
مُلکِ حمد و نعت میں بے تاج سُلطانی کرے

"دُعائے"[1]

سَرورِ کون و مکاں ختمِ رسل شاہِ زمن
تیری دہلیز پہ خم ہے مری اقلیمِ سخن
کھولتا ہُوں جو زباں تیری ثناخوانی کو
چُوم لیتے ہیں فرشتے مری پیشانی کو
تیرے سُورج کی کرن غارِ حرا سے پھُوٹی
نکہتِ گفتۂ حق تیری صدا سے پھُوٹی
آذری دَور میں توحید سرائی کرنے
ایک انسان بھی آیا تھا خُدائی کرنے

۱۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد لکھی گئی۔

آدمیت کے چمن ریت کے ٹیلوں پہ کھِلے
پیار کے پھول عداوت کی فصیلوں پہ کھِلے

ایسا اُمّی کر دیا جس نے نصابِ عالَم
کھینچ دی تیرے غلاموں نے طنابِ عالَم

امتیازِ نسب و رنگ مٹایا تُو نے
ایک آئینے میں ہر عکس سجایا تُو نے

ریزہ ریزہ وُہی آئینہ اس اُمّت نے کیا
شکوہ تقدیر کا ہر ٹوٹتی صُورت نے کیا

بھائی کا بھائی نے خُوں ہنس کے بہایا کیسے
گوشت انسان کا انسان نے کھایا کیسے

کب ترے ساتھ اسے پیار کا ڈھب آئے گا
تیرا دریائے کرم جوش پہ کب آئے گا

پھر مُسلمان قبیلوں میں بٹا جاتا ہے
تھام اسے سرورِ دیں تھام، گرا جاتا ہے

ترا سایا دیکھوں

تُجھ کو آنکھوں میں لیے جب مَیں یہ دُنیا دیکھوں
ہر سحر میں ترے ماتھے کا اُجالا دیکھوں

آئنہ بن کے جو ساری بشریت آئے
کوئی تصویر کوئی عکس نہ تُجھ سا دیکھوں

میری بینائیوں کے پَر سے نکل آتے ہیں
جب خلاؤں میں ترا نقشِ کفِ پا دیکھوں

تیرے قدموں سے لپٹنے میں ہے معراج مری
تیری دہلیز پہ جبریل کو بیٹھا دیکھوں

کیا سمائے مرے لفظوں میں بڑائی تیری
صف میں نبیوں کی ترا چاہنے والا دیکھوں

شوق ہوتا ہے جو بیتاب تلاوت کے لیے
رحلِ دل پر ترے جلووں کا صحیفہ دیکھوں

تیری انگشتِ تصوّر سے بھی چشمے پھوٹیں
تیرے صحرا میں کسی کو بھی نہ پیاسا دیکھوں

آنکھ والوں کو نظر آئی نہ پرچھائیں تری
مَیں تو دیوارِ ابد تک ترا سایا دیکھوں

ڈال دیں مجھ پہ مظفّؔر جو وہ کالی کملی
روح کے غار سے خورشید نکلتا دیکھوں

رحمۃ للعالمینؐ

یا رحمۃ للعالمیں

الہام، جامہ ہے ترا

قرآں، عمامہ ہے ترا

منبر ترا، عرش بریں

یا رحمۃ للعالمیں

آئینۂ رحمت بدن، سانسیں، چراغِ علم وفن

قربِ الٰہی، تیرا گھر، الفقر و فخری، تیرا دھن

خوشبو تری جوئے کرم

آنکھیں تری، بابِ حرم

نُورِ ازل، تیری جبیں

یا رحمۃ للعالمیں

تیری خموشی بھی اذاں، نیندیں بھی تیری رَت جگے
تیری حیات پاک کا، ہر لمحہ پیغمبر لگے

خیر البشر، رُتبہ ترا
آوازِ حق، خُطبہ ترا

آفاق، تیرے سامعیں
یَا رَحْمَۃً لِّلعالَمِیں

قبضہ تری پرچھائیں کا، بینائی پر ادراک پر
پیروں کی جنبش خاک پر، اور آہٹیں افلاک پر

گردِ سفر، تاروں کی ضَو
مرکب، براقِ تیز رَو

سائیس، جبریلِ امیں
یَا رَحْمَۃً لِّلعالَمِیں

تُو آفتابِ غار بھی تُو پرچمِ یلغار بھی
عجز و وفا بھی پیار بھی، شہ زور بھی سالار بھی

تیری زرہ، فتح و ظفر
صدق و صفا، تیری سپر
تیغ و تبر، صبر و یقیں
یا رحمۃ للعالمیں

پھر گدڑیوں کو لعل دے، جاں پتھروں میں ڈال دے
حاوی ہوں مستقبل پہ ہم، ماضی سا ہم کو حال دے
دعویٰ ہے تیری چاہ کا
اس اُمتِ گمراہ کا
تیرے سوا کوئی نہیں
یا رحمۃ للعالمیں

آنکھیں سوال ہیں

قدموں سے پھوٹتی ہے چمک ماہتاب کی
دہلیز پر کھڑا ہوں رسالت مآب کی

ہے چہرۂ رسولؐ نگاہوں کے سامنے
تفسیر پڑھ رہا ہوں مَیں اُمّ الکتاب کی

اُس والیِ بہار کا دامن ہے ہاتھ میں
مٹّی ہے جس کے سامنے خوشبو گلاب کی

مجھ بے نوا فقیر کی آنکھیں سوال ہیں
خیرات مانگتی ہے سماعت جواب کی

گھر جس کو پانیوں پہ بنانے سکھائے تھے

رُلتی ہے ساحلوں پہ وُہ اُمّت جناب کی

روضے کی جالیوں سے جکڑ دیجیے مجھے

زنجیر کاٹ دیجے مرے اضطراب کی

سویا ہُوا ہوں آپ کے قدموں کی خاک پر

تعبیر بھی ہو کاش یہی میرے خواب کی

جذبِ جمال ہو کے بھی چمکی نہیں نظر

مجھ کو صلاحیّت ہو عطا اکتساب کی

سانسیں ہیں پلصراط منظّر کے واسطے

دُنیا بھی اِک مثال ہے روزِ حساب کی

مقصودِ کائنات

اُتر رہے ہیں فرشتے، عرب کے اِک گھر میں
سمٹ گئے ہیں اندھیرے سحر کی چادر میں
بُلا کے لائی ہیں جنّت سے اپسراؤں کو
عروج ایسا میسّر ہُوا ہواؤں کو
فضائے کفر میں پیغمبری کی آہٹ ہے
لبوں پہ رحمتِ یزداں کے مسکراہٹ ہے
خزاں کی سوکھی ہوئی شاخ پھُول دیتی ہے
بہار، خوشخبریِ رسُول دیتی ہے

وُہی رسُول کہ دریا تھا ریگ زاروں میں
وہ جس کی گرد بھی بانٹی گئی ستاروں میں

ازل سے ثبت ہے نام اس کا لوحِ عالم پر
تھیں جس کے نُور کی مُہریں جبینِ آدم پر

طلسم، جھُوٹے خُداؤں کا جس نے توڑ دیا
رگوں سے جاہلیّت کا لہُو نچوڑ دیا

کِیا روانہ صداقت کو ہر طرف جس نے
دِیا حیات کو تکمیل کا شرف جس نے

بڑا جہاں ہُوا اتنی بلند مسند پر
کہ لامکان بھی تھا جس کے پاؤں کی زد پر

جہاں میں آئے براہیمؑ و نوحؑ جس کے لیے
بھٹک رہی تھی زمانے کی رُوح جس کے لیے

نعت، حمد کے احاطے میں

پروردگارِ عالَم

حیراں ہوں ندرتوں پر

تیری ہی قدرتوں پر

ہے انحصارِ عالَم

پروردگارِ عالَم

یہ بستیاں یہ صحرا یہ کوہ یہ سمندر

رنگوں کا یہ تبسّم ہریالیوں کے اندر

فطرت کے ہیں نمونے

کیا کیا بنائے تو نے

نقش و نگارِ عالَم

پروردگارِ عالَم

لاتقنطو کا ہم کو دے کر اصول تُو نے
پھینکے ہیں جھولیوں میں رحمت کے پھُول تُو نے

چھینا ہے مشکلوں کو
سُوکھے ہُوئے دلوں کو

بخشی بہارِ عالم
پروردگارِ عالم

تجھ پر بھی ہم فدا ہوں تیرے نبی کو چاہیں
قرآں ۔ ہماری منزل سُنّت، ہماری راہیں

ایمان دے گواہی
ہم آخرت کے راہی

دیکھیں غبارِ عالم
پروردگارِ عالم

تُو کھائے جس کی قسمیں مَیں بھی اُسی کے بس میں
جس کے لیے تصوّر، توڑے سفر کی رسمیں

مانگوں جھلک ذرا سی

ہر سانس اس کی پیاسی

وُہ جُوئبارِ عالَم

پروردگارِ عالَم

جس کی زباں کے صدقے حُسنِ کلام تیرا

محبوبِ خاص تیرا مختارِ عام تیرا

وُہ ہستئ قدآور

جس پر کیے نچھاور

لیل و نہارِ عالَم

پروردگارِ عالَم

جب آنکھ میں رقم ہوں جلووں کی سُرخیاں سی

دیوارِ زندگی میں کُھل جائیں کھڑکیاں سی

سُورج سا مجھ میں اُترے

جب کُوئے جاں سے گُزرے

وُہ شہسوارِ عَالمَ

پروردگارِ عَالمَ

میرے رسُولؐ جیسا تھا اور نہ کوئی ہو گا

تیرے قلم میں یارب وہ رنگ ہی نہ ہو گا

تخلیق سے ہے ظاہر

تُو منفرد مصوّر

وُہ شاہکارِ عَالمَ

پروردگارِ عَالمَ

سینہ سُلگ رہا ہے آنسُو چھلک رہے ہیں

وُہ میری معصیت کو رحمت سے ڈھک رہے ہیں

قدموں پہ گر پڑا ہُوں

فردوس میں کھڑا ہُوں

مَیں شرمسارِ عَالمَ

پروردگارِ عَالمَ

طلب

پیغمبرِ دیں ، ہادیِ کُل ، رحمتِ یزداں
تُو قبلۂ دِل ، کعبۂ جاں ، منبرِ ایماں
چمکے سرِ فارانِ نظر تیری تجلّی
ہر سانس ہے میرا ترے دَر کا متولّی
مُجھ سے تری تعریف کا حق کیسے ادا ہو
صدیوں رہوں زندہ تو نہ تکمیلِ ثنا ہو
شاعر کا قلم خاک لُٹائے گا خزانے
قُرآں میں قصیدے ترے لکھّے ہیں خُدا نے

قدموں میں ترے فقر کے، کونین کی شاہی
ہر ایک اشارہ ترا، قانونِ الٰہی

ہر بات، اُٹھاتی ہُوئی ذہنوں سے نقابیں
ہر نقطے میں کھُلتی ہوئی حکمت کی کتابیں

ہر سانس تری، سِرِّ حقیقت کا ذخیرہ
ہر لمحہ ترا، تاج میں ٹانکا ہُوا ہیرہ

موجیں ترے الطاف کی پیاسوں کو پُکاریں
ڈالے جو نظر، موڑ دے رُوحوں کی مُہاریں

دِل ہے مرا سُوکھی ہُوئی ڈالی مرے آقا!
ہُوں ایک ہی جھونکے کا سوالی مرے آقا!

پیامِ جلی

تُو خود پیامِ جلی تھا پیامبر تو نہ تھا
لباس میں بشریّت کے تھا بشر تو نہ تھا

ہر اِک صدی کی زباں پر مکالمہ تیرا
کرے گا حشر تک انساں مطالعہ تیرا
کتابِ نُور تھا، دیباچۂ سحر تو نہ تھا

ترے غبارِ قدم سے بھی آفتاب بنے
ترے اصول زمانوں کے انقلاب بنے
تو عہد ساز بھی تھا صرف راہبر تو نہ تھا

رِدائے مشرق و مغرب نہیں قبا تیری
سُنی ہے اور بھی دُنیاؤں نے صدا تیری
ترا وجود فقط اِس زمین پر تو نہ تھا

جسارت ایسی تو رُوح الامین نے بھی نہ کی
وہاں تو آج کی سائنس بھی پہنچ نہ سکی
ترا سفر کسی سیّارے کا سفر تو نہ تھا

غموں کی دُھوپ میں دیکھا ہے مَیں نے چل پھر کے
مثالِ ابر ہے ہمراہ ہر مسافر کے
جو ساتھ چھوڑ دے وُہ سایۂ شجر تو نہ تھا

یہ اپنی شان کے شایاں کرم کیا تُو نے
خُدا سے وعدۂ بخشش بھی لے لیا تُو نے
گُناہ گار مظفؔر سے بے خبر تو نہ تھا

خیر کی بھیک

ایک دیں اِک خُدا
سب کے رَستے جُدا

روک! یہ قافلے
لے کر اُمّت چلے

پرچمِ یثربی
یا نبی! یا نبی!

چھین لے یہ عقیدوں کی بے رونقی

نیّتوں میں ریا صُورتیں مُتّقی

کھائے دھوکا نظر

حق سے باغی ہیں سر

پگڑیاں مذہبی

یا نبی یا نبی

خَیر کی بھیک خَیرُ البَشَر چاہیے

ظرف قطرہ ہے دریا مگر چاہیے

خُشک ہیں جسم و جاں

چاٹتی ہے زباں

زخمِ تشنہ لبی

یا نبی یا نبی

تیرے کہلائیں غیروں کی بیعت کریں
رہنما سازشوں کی قیادت کریں

ہر طرف وسوسے
روشنی کو ڈسے

مارِ تیرہ شبی
یا نبی یا نبی

خواہشیں ہیں پنپنے کی پروان کی
جڑ مسلمان کاٹے مسلمان کی

ظرف بے حس نہ ہوں
ذہن مفلس نہ ہوں

ہم نہ ٹھہریں غبی
یا نبی یا نبی

اپنی راہوں پہ چلنے کی توفیق دے

پھر اِس اُمّت کو فاروقؓ و صِدّیقؓ دے

حُسنِ کردار کی

لَو ترے پیار کی

ہے دِلوں میں دبی

یا نبی یا نبی

اُسوۂ رسالت

جو بات ظُلم سے نہ ہُوئی پیار سے ہُوئی
تہذیبِ زندگی ترے کردار سے ہوئی

جو مہر و ماہ بھی نہ زمانے کو دے سکے
وہ روشنی ترے دَر و دیوار سے ہُوئی

امکان کی حدوں سے پَرے تک ترے قدم
پیمائشِ جہاں تری پرکار سے ہُوئی

ساحل کی آرزو، نہیں تعلیمِ مُصطفےٰؐ
یہ ناؤ تو روانہ ہی منجدھار سے ہُوئی

مظلوم کے لہُو کا مقدّر بھی جاگ اُٹھا

اِس کی بھی قدر آپ کی تلوار سے ہُوئی

پتھّر بھی کھائے میرے رسُولِ کریمؐ نے

معراجِ حق بھی زینۂ ایثار سے ہُوئی

تخلیقِ کائنات بھی صدقہ حضورؐ کا

تزئینِ کائنات بھی سرکارؐ سے ہُوئی

عزّت ہُوئی جہاں میں مظفؔر کی آپؐ سے

زر سے ہُوئی نہ جُبّہ و دستار سے ہُوئی

منقبت و سلام

مثلِ صدا اُٹھے جو لبِ کائنات سے
سُورج چُنے جنھوں نے محمدؐ کے ہات سے

اُن ہستیوں سے ہے مرا دامن بھرا ہُوا
تاریخ میں رقم ہیں جو آبِ حیات سے

ابُوبکر صِدّیقؓ

مرکزِ علم ہوں کیونکر نہ جنابِ صِدّیق
ایک اک لفظ محمدؐ کا نصابِ صِدّیق

جنبشِ چشمِ رسالت فرسِ عبداللہ[1]
نقشِ پائے شہِ کونینؐ، رکابِ صِدّیق

جس کی ہر سانس مشقّت کا اچھوتا شہکار
اُس کے ماتھے کا پسینہ ہے شرابِ صِدّیق

جس کے لہجے میں سُنی ہم نے خدا کی آواز
اُس نے بُوبکر کو بخشا ہے خطابِ صِدّیق

۱۔ اسلام لانے سے پہلے آپ کا نام عبدالکعبہ تھا حضورؐ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔

غوطہ زن، جس کے کناروں سے صدف چُنتے ہیں

وہ صداقت کا سمندر ہے سرابِ صدیق

تان دیں چادرِ انوار، برستی بوندیں

آفتابوں کو بھی شرمائے سحابِ صدیق

بے زباں ہو گئی تاریخ قیامت تک کی

نہ جوابِ شہِ بطحا نہ جوابِ صدیق

ابنِ[۱] عثمان کا سایہ، مرے اندر کی قبا

کار فرما مری بینائی میں خوابِ صدیق

ناز ہے مجھ کو مظفرؔ کہ میں صدیقی ہوں

میرے ماضی کی طرف کھُلتا ہے بابِ صدیق

۱۔ آپ کے والد کا نام عثمان تھا۔

عمر فاروقؓ

مرا مزاج سخن بھی خدا کرے ہو قبول

مری زباں پہ ہے تو آج اے دعائے رسولؐ

لپکتی لَو کہوں کھنچتی ہوئی کمان کہوں

غلط نہیں جو تجھے دین کی اٹھان کہوں

پڑھی نماز دلیری سے تو نے کعبے میں

لگائی حق کی صدا کفر کے احاطے میں

ہر ایک جنگ میں تو مصطفیٰؐ کے ساتھ رہا

ہمیشہ تیغ کے دستے پہ تیرا ہاتھ رہا

لیے رہا حق و انصاف کی ترازو کو
ہلا سکی کوئی طاقت نہ تیرے بازو کو
غرورِ قیصر و کسریٰ کو خاک تُو نے کیا
بلند پایہ چٹانوں کو چاک تُو نے کیا
اصُولِ "وقف" تری دی ہوئی زمیں سے بنا
ترے وقار کا گنبد ستونِ دیں سے بنا
جَلائے تُو نے درِ شاہِ دو جہاں کے دِیے
بصیرتوں نے تری بول بھی اذاں کے دِیے
ترا غلام ہی پہلا شہید کہلایا
غلام ہی نے تجھے زیرِ گور پہنچایا
نبی کے بعد بھی کوئی نبی اگر ہوتا
بقولِ ختمِ رُسل تُو ہی اے عُمر ہوتا

عُثمانِ غنیؓ

نائبِ قدرت کے نُورِ عین عثمانِ غنی
جامع القرآن ، ذُوالنُّورین عثمانِ غنی

ہے صراطِ استقامت کی طرح تیرا وجود
نیکی و ایثار کے مابَین، عثمانِ غنی

تیرا تقویٰ آسمانِ صبر کو چُھوتا ہُوا
تیری فیّاضی بہت بے چَین عثمانِ غنی

قُربتِ پیغمبرِ عالی تھی سرمایہ ترا
تاج ہیں میرا ، ترے نعلین عثمانِ غنی

کربلا سے جا ملا تیرے لہُو کا سلسلہ
تیرے دربانوں میں تھے حسنین عثمانِ غنی

مَیں مظفّر ذات کے حُجرے میں اِک جلتا چراغ
آفتابِ مطلعِ شر قین عثمانِ غنی

علیؑ

ماں کے حیدرؔ، باپ کے زیدؔ، اور محمدؐ کے علیؔ

تیری ہستی خامۂ قدرت کا شہکارِ جلی

مَیں بتاؤں خانۂ کعبہ میں کیوں پیدا ہُوا

بطنِ مادر میں ہی تو توحید کا شیدا ہُوا

تیرا ہر لمحہ رہا شاہِ رُسل کے سائے میں

جس طرح خوشبو چڑھے پروان گل کے سائے میں

ساتھ رکھتے تھے مرے آقا محاذوں پر تجھے

کیوں نہ مانوں قوّتِ بازوئے پیغمبر تجھے

نازِ ہر میداں کو تھا تیری ادائے حرب پر
سینکڑوں سجدے فدا تلوار کی اک ضرب پر

معرفت کا گھر ترا دل، مسکنِ حکمت دماغ
ہاتھ میں اسلام کے، تیری بصیرت کے چراغ

ایک منزل کے مسافر، صوفیوں کے سلسلے
سب جُدا رستوں پہ نکلے پھر بھی تجھ سے جا ملے

تیری چوکھٹ پر زمانے بھر کے اَن داتا گریں
تُو ہے وُہ گہرا سمندر جس میں سب دریا گریں

تیرے قاتل کی عداوت اپنے ہاتھوں مر گئی
حشر تک زندہ تجھے تیری شہادت کر گئی

چار یار

بُوبکر و عمر، عثمان و علی
اِسلام کے بازو، دیں کے وَلی

محرابِ حرم کی قندیلیں
احکامِ خُدا کی تفصیلیں

سُنّت کی تصاویرِ عملی

سب سالاروں کا اک دستہ
سب ایک شجر سے وابستہ

اِک خوشبو سب کے ساتھ چلی

آئینۂ حق کی تصویریں
ایمان و عمل کی تحریریں
سچائیوں کے عنوانِ جلی
ہے پیار مظفرؔ پیاروں سے
چاروں ہی نبی کے یاروں سے
آباد ہے میرے دل کی گلی

لہُو کی دھار

خون کے چھینٹے جو دیکھے وقت کے کردار پر
زندگی چلتی نظر آئی مجھے تلوار پر

ذہن کے صحرا میں گہری سوچ کے خیمے لگے
لشکرِ تخئیل کے چاروں طرف پہرے لگے

لوح کا سینہ ہُوا چھلنی قلم کے تیر سے
نزع کا عالم جھلکتا ہے رگِ تحریر سے

آگ برسی ہے غموں کی زندگی کے کھیت پر
لوٹتے ہیں پھر مرے جذبات جلتی ریت پر

کرب سے لَو دے اُٹھا شعلہ مرے احساس کا
پھُوٹ نکلا میرے ہونٹوں سے سمندر پیاس کا

چل دیا سُوئے فرات آنکھوں کا مشکیزہ لیے
لَوٹ آیا راستے سے زخم کی ایذا لیے

اِک قیامت سی بپا ہے کربلائے ذات میں
لاشۂ سبطِ نبی ہے آنسوؤں کے ہات میں

اے حُسین ابنِ علی اے طرّۂ دستارِ دیں
تیری بنیادوں پہ ہے ٹھہری ہُوئی دیوارِ دیں

نبضِ قانونِ خُدا دھڑکی ترے ایثار سے
تُو نے باطل کی رگیں کاٹیں لہُو کی دھار سے

عِلم والوں کو شہادت کا سبق تُو نے دیا
مر کے بھی زندہ رہے انساں، یہ حق تُو نے دیا

قلعۂ اسلام کا مضبوط دروازہ ہے تُو
سُوکھ جائیں وقت کی شاخیں، ترو تازہ ہے تُو

تیرے گھوڑے کے سُموں کی خاک مِل جائے اگر
مَیں گلابوں کی طرح چُن لوں سرِ شاخِ نظر

ستونِ روشنی

اے کربلا اے کربلا

جس نام سے زندہ ہے تُو

ہر آنکھ میں اُس کا لہُو

ہر سانس اُس کا قافلہ

اے کربلا اے کربلا

تیری جھلستی ریت پر، تڑپا وہ پیکر یاس کا

یہ ساحلِ دریا ترا، کتبہ ہے جس کی پیاس کا

بنتِ رسالت جس کی ماں

وہ جرأتوں کا لختِ جاں

سچائیوں کا لاڈلا

اے کربلا اے کربلا

گھوڑے سے مٹّی پر گرا جو آبشاروں کی طرح

بکھری تھی جس کی زندگی قرآں کے پاروں کی طرح

تاجِ سحر جس کی ضیا

تھا اُس کا سر ایسا دیا

جو نوکِ خنجر پہ جلا

اے کربلا اے کربلا

جس کی اُکھڑتی سانس نے گردن مروڑی ظلم کی

اور نزع کی اک ضرب سے تلوار توڑی ظلم کی

جس نے کیا دستِ ستم

انکارِ بیعت سے قلم

جو تھا سراپا، حوصلہ

اے کربلا اے کربلا

یوں جاں اگر دیتا نہ وہ چرچے نہ ہوتے دین کے

اُس کی زبانِ خشک سے پھوٹے ہیں سوتے دین کے

کہسار، اس کی قبر بھی

اُس کا سکوتِ صبر بھی

دھڑکن، حرارت۔ ولولہ

اے کربلا اے کربلا

ہے اِک ستونِ روشنی وہ نا اُمیدوں کے لیے

دہشت ہے اُس کی مستقل سارے یزیدوں کے لیے

باطل کو غارت کر گئی

اُس کی جسارت کر گئی

مظلوم قوموں کا بھلا

اے کربلا اے کربلا

سبیلِ اشک

سبیل اشک لگاتا ہُوں دیدۂ نم پر
سلام بھیج رہا ہُوں شہید اعظم پر
صدا بھی اپنی مجھے کربلا سے آتی ہے
مہک سی تازہ لہُو کی ہَوا سے آتی ہے
ہدف بنایا ہے باطل نے حق کے راہی کو
ستم نے لے لیا گھیرے میں بے گناہی کو
جبیں پہ جس کی رسالت مآب کے بوسے
زبانِ کفر اُسے کس خلوص سے کوسے

کیا زمانے کو سیراب جس کے دریا نے
اُسی کے حلق میں کانٹے بچھائے دُنیا نے
قدم جو رکھتا تھا دوشِ نبی کے زینے پر
سوار ہو گیا قاتل اُسی کے سینے پر
نمک چھڑکنے جو زخموں پہ دُھول آئی ہے
کفن لیے ہُوئے رُوحِ رسُول آئی ہے
سیاہ رنگ چڑھے زندگی کے محلوں پر
کھُلے سروں کے صحیفے لہُو کی رحلوں پر[1]
مقابلہ خسِ تنہا کا بجلیوں سے ہُوا
چراغ برسرِ پیکار آندھیوں سے ہُوا

۱۔ مَیں اسے جائز سمجھتا ہُوں۔

جُوئے ابدّیت

سفرِ جاں بڑی ثابت قدمی سے کاٹا
تُو نے باطل کا گلا تشنہ لبی سے کاٹا
آخری سانس سے جُوئے ابدّیت نکلی
کوہِ ایثار شہادت کی انی سے کاٹا

بھر دیا اپنا لہُو دِین کی شریانوں میں
مَوت کا موڑ بھی کِس بے جگری سے کاٹا
کتنا بے درد و شقی تھا کہ سرِ شہ جس نے
تنِ زہرا و علی، جسمِ نبی سے کاٹا

خاک ہو کر بھی نہ مرجھائی کسی کی خوشبو

سنگ زادوں نے ہر اِک پھول چُھری سے کاٹا

لشکرِ کفر نے سچائی کے خیمے لُوٹے

یا خود اپنی ہی طنابوں کو خوشی سے کاٹا

گُھپ اندھیروں میں اُسے لے گئی تاریخِ جہاں

جس نے چمکا ہُوا دِن بے خبری سے کاٹا

اِک یزید اور جنم لے گا مظفّرؔ اُس میں

ایک لمحہ بھی اگر بے عملی سے کاٹا

صدائے خُوں

آتی ہے ہر اذاں سے صدا تیرے خُون کی
تاریخ ، کر رہی ہے ثنا تیرے خُون کی

سچائی کی جڑوں میں تری استقامتیں
دیں کی ہتیلیوں پہ حنا تیرے خُون کی

انسانیت کی رُوح میں تیری شباہتیں
تہذیب کے بدن پہ قبا تیرے خُون کی

جمہوریت کی نہر تری پیاس کا کمال
مظلومیت کی جیت عطا تیرے خُون کی

چسپاں ، تراکٹا ہُوا سر ہر وجود پر
ہر ذہن میں ہو نشو و نما تیرے خُون کی

اُڑتی ہے بُوئے صبر و رضا تیری خاک سے
بانٹے یقیں کے پھُول ہَوا تیرے خون کی

بیداریِ ضمیرِ دو عالم کے واسطے
سُورج بھی مانگتا ہے ضیا تیرے خون کی

پیشانیِ اُفق پہ مظفرؔ کے سامنے
یہ دھاریاں سی ہیں بخدا تیرے خُون کی

فراتِ غم

غمِ شہادتِ شبّیر کی گواہی دے
مرے قلم کو بھی اے خونِ دل سیاہی دے
فرات نے نہ دیا دیں کے لال کو پانی
پلاؤ آنسوؤ اُس کے خیال کو پانی
جو ہاتھ مشعلِ خیرُ البشر لیے نکلا
اندھیرا، اُس کا ہی نیزے پہ سر لیے نکلا
اُسی کی رگ پہ چلی تیغِ شمر بے حس کی
طنابِ خیمۂ حق تھی ہر اِک صدا جس کی

ہر ایک سانس تھی جس کی پناہ گاہِ حرم
اُسی کو کاٹ کے گذری ہے شاہراہِ حرم

گڑی تھی جس کے بدن میں یزیدیت کی اَنی
اُسی کے خُون کی لَو دین کا ستون بنی

کیا تھا قتل جسے شام کے علاقوں میں
وہی چراغ جلا آندھیوں کے طاقوں میں

گلے کے بل جو مظفؔر وفا کی راہ چلا
اُسی کے دم سے یہ دستورِ لاالٰہ چلا

پانی

سینکڑوں سال ہوئے جب نہ ملا تھا پانی
آج تک ہے لبِ شبّیر کا پیاسا پانی

کربلا سامنے آتی جو وہ لاشے لے کر
آنکھ تو آنکھ ہے پتھّر سے بھی رِستا پانی

کیسی بستی میں محمّدؐ کا مسافر ٹھہرا
دُھوپ خیمہ تھی، دری ریت، نظارا پانی

تشنگی اُس کی سمندر کو بلا سکتی تھی
کاٹ سکتا تھا وہ تلوار سے چلتا پانی

کس کے سر فتح کا تاریخ نے سہرا باندھا
سرخرو کون ہے دونوں میں لہُو یا پانی؟
مَوت کے گھاٹ اُترتے ہی رہیں گے پیاسے
جب تک اِس دجلۂ دُنیا میں رہے گا پانی
جب بھی ذکرِ شہداء دِل نے مظفّرؔ چھیڑا
آنکھ اِک زخم بنی زخم سے ٹپکا پانی

مجدّد الفِ ثانی

آج پھر عہدِ گذشتہ کی صدا آئی ہے

خاکِ سرہند لیے بادِ صبا آئی ہے

اے خُداوند سے بندوں کو مِلانے والے

یاد کرتے ہیں تجھے آج زمانے والے

باقی باللہ سا دیوانۂ رب تجھ کو مِلا

اَلفِ ثانی کے مجدّد کا لقب تجھ کو مِلا

نقشِ پا کیوں نہ سجائیں ترے ہم سینے میں

لے کر آیا تُو مسلمان کا غم سینے میں

لاکھ رستے میں مصائب نے چُنیں دیواریں

کُھلتے دروازے نظر آئے جو تھیں دیواریں

قیصرِ شاہی بھی ترے پاؤں کی زنجیر ہُوا

سرنگوں فقر نہ تیرا سرِ شمشیر ہُوا

تُو نے خونِ رگِ اسلام کو گرمایا تھا

دامنِ وقت میں تُو قیمتی سرمایا تھا

ہُوا اِلقا تو کُھلا قادرِ جیلانی پر

نُور چمکا تھا ترا دشت کی پیشانی پر

کتنا رُتبہ دیا ولیوں کے ولی نے تجھ کو

علمِ افلاک سکھایا تھا علی نے تجھ کو

دل کی ہر بات کو چہرے پہ لکھا رہنے دیا

تُو نے ظاہر کو نہ باطن سے جُدا رہنے دیا

شمع کی طرح ہر اک سانس جلائی تُو نے

مہلتِ عمر بنی جتنی ہی پائی تُو نے

یُوں تو وابستہ سبھی شاہِ عرب سے ہوں گے

قطب، ابدال، ولی، تیرے نسب سے ہوں گے

اِسلامی کانفرنس

اخوّتِ دیں کے گیت گاتے مسافرانِ حرم چلے ہیں

چراغِ اسلام، تیز جھونکوں میں جگمگانے کو ہم چلے ہیں

خُدا کے ملکوں کی سرحدوں کا ملاپ، لشکر بنا ہُوا ہے

الگ الگ ندّیوں کا پانی اب اک سمندر بنا ہُوا ہے

سُنا رہی ہے ہر آنے والی گھڑی نویدِ ثبات ہم کو

ہمارے اَسلاف کی زمینوں میں بو رہی ہے حیات ہم کو

مَیں اور بھی کچھ رفیق آنکھیں شریکِ حدِّ نگاہ دیکھوں

پناہ میں رحمتِ دو عالم کی، سارے عالم پناہ دیکھوں

دِلوں میں قرآن رکھنے والے اب ایک صف میں کھڑے ہوئے ہیں
کچھ اور بازو بھی تیرے شانوں پہ زندگی اب جڑے ہوئے ہیں

شعور و بینائی کے اصولوں میں نیک ترمیم ہو رہی ہے
ہر اِک نظر اجتماع کے فائدوں میں تقسیم ہو رہی ہے

اب اپنی تقدیر اپنی تاریخ اپنا کردار ہم بنے ہیں
رسُول کا ہاتھ ہم بنے ہیں خُدا کی تلوار ہم بنے ہیں

شگاف باطل کے کوہساروں میں حق کے پیغام ہی سے ہو گا
ہر اِک مُسلمان کا سر اونچا، فرازِ اِسلام ہی سے ہو گا

سچّائی

(بچّوں کے لیے ایک نظم)

چلا ایک بچّہ سفر پر چلا
بہت دُور کی رہ گذر پر چلا
اسے راہ میں کچھ بسیرے مِلے
بسیروں میں ظالم لٹیرے مِلے
لٹیروں نے جامہ تلاشی بھی لی
مگر اُس کی جیبوں میں کوڑی نہ تھی
اُنھوں نے کہا تو ہی لڑکے بتا
ترے پاس پیسہ نہیں کوئی کیا

وُہ بولا رقم ہے چھپائی ہُوئی
ہے کُرتے کے اندر سلائی ہُوئی
لٹیروں نے سُن کر کہا خوب ہے
یہ بچّہ ہے یا کوئی مجذوب ہے
وہ بولے رقم کا پتا کیوں دیا
ہمیں بھید اپنا بتا کیوں دیا
تو بچّے نے اُن کو دیا یہ جواب
مَیں کیوں اپنا ایمان کرتا خراب
مری ماں کی ہے یہ نصیحت مجھے
نہیں جُھوٹ کہنے کی عادت مجھے
خدا بھی تو جھوٹوں سے نفرت کرے
جو سچّے ہیں ان سے محبّت کرے
عقیدہ مرا ڈول سکتا نہیں
کبھی جُھوٹ مَیں بول سکتا نہیں

سُنا یہ تو حیران ڈاکو ہُوئے

وہ بچّے کے آگے دو زانو ہُوئے

اَدب سے اُسے پیار کرنے لگے

صداقت کا اقرار کرنے لگے

ڈکیتی سے توبہ لٹیروں نے کی

اُجالوں سے اُلفت اندھیروں نے کی

مدد سچّے لوگوں کی ہو غیب سے

بچاتی ہے سچّائی ہر عیب سے

قوالی

دُنیا بھلی سے بھی ہے بھلی داتا
تیری گلی ہے تری گلی داتا

پردے میں جلوے ہزاروں دکھا گیا
میرے بھی دل کو ترا رنگ بھا گیا
ٹھکرا کے دُنیا، ترے در پہ آ گیا

کرتا ہوا میں علی علی داتا
تیری گلی ہے تری گلی داتا

مانگا تجھے مَیں نے پروردگار سے
جنّت ہے نزدیک اس رہ گذار سے
چومے جو تیرے قدم مَیں نے پیار سے

سینے میں تری شمع جلی داتا
تیری گلی ہے تری گلی داتا

وہ کیا گرے جس کا تو دستگیر ہے
شاہوں کا بھی شاہ تیرا فقیر ہے
آقا مظفرؔ کا پیروں کا پیر ہے

مانیں ولی بھی تجھے ولی داتا
تیری گلی ہے تری گلی داتا